Fikr-o-Nasar (Islamabad) 45:2 (2007)

فکر و نظر............ اسلام آباد   جلد: ۴۵   شمارہ: ۲

ذخیرۂ مخطوطات مولانا غلام جیلانی، پشاور

ڈاکٹر احمد خان☆

پاکستان کے تاریخی شہر پشاور کے محلّہ آسیا میں ایک قدیم اور پرانی وضع کے مکان میں ایک علمی گھرانہ آباد تھا(۱)، جس کے آخری چشم و چراغ مولانا غلام جیلانی (متوفی ۱۸۷۵ء) ہوئے ہیں۔ اس خاندان کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ اس کے جملہ افرادعلم وفضل کے حامل، کتابوں کے شیدائی اور تصنیف و تالیف کے بے حد شائقین تھے۔ یہ حضرات خطی کتابوں سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے مخطوطات کا ایک ایسا ذخیرہ جمع کیا جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ اس مجموعہ میں غلام جیلانی کے دادا مولانا غلام مصطفیٰ تک کے ہاتھوں سے لکھے، ان کی طرف سے مقابلہ کردہ مخطوطات یا دوسروں سے لکھوائی ہوئی یا نقل کی ہوئی کتابیں ملتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس خاندان میں غلام مصطفیٰ کے والد یا دادا کے ہاتھ سے نقل کردہ فارسی زبان میں مخطوطات ہوں۔ تاہم مولانا غلام مصطفیٰ سے اس کتب خانے کی ابتداء یقینی نظر آتی ہے، کیونکہ ان صاحب نے ۱۶۹۹ء میں ایک کتاب اپنے ہاتھ سے اپنے لیے نقل کی تھی(۲)، جبکہ یہ کتب خانہ اس عرصہ سے پہلے وجود رکھتا تھا۔ یوں قیاساً اس ذخیرے کی ابتداء بارہویں صدی ہجری کے شروع یا گیارہویں صدی ہجری کے آخری سنین میں گردانی جا سکتی ہے۔ اس امر کا امکان ہے کہ مولانا غلام جیلانی کے پردادا مولانا محمد معظم یا ان کے والد محمد علی نے یہ خطی کتابیں جمع کرنا شروع کی ہوں۔

اس خزانے کی خوش بختی ہے کہ یہ کتابیں اس خاندان میں پشت در پشت علماء و فضلاء پیدا ہونے کی بدولت نہ صرف ایک جگہ جمع رہیں بلکہ ان میں ہر دور میں ہر مالک کے ہاتھوں جو صاحب ذوق ہوتا تھا، اضافہ ہوتا رہا۔ دنیا میں بہت کم بلکہ شاذ و نادر ایسے ذاتی کتب خانے ہوں گے جنہیں جمع کرنے والے اس طرح نسلاً بعدنسلٍ عالم و فاضل مالک میسر آئے ہوں۔ غلام جیلانی خانوادے کا یہ کتب خانہ بھی ان خوش قسمت ذخیرۂ کتب میں سے ایک ہے۔ پاک و ہند میں اس قسم کا دوسرا خاندان خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ سے متعلق خاندان بھی رہا ہے، جسے چند پشتوں تک محبان مخطوطات میسر آئے(۳)۔

☆ مرکز حمایۃ المخطوطات العربیۃ، ۳۲۳ شہزاد ٹاؤن، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.   http://iri.iiu.edu.pk/

جیلانی خاندان کی خدمات کتابیں جمع کرنے کے علاوہ ملک میں سیاسی احوال کی بہتری، علاقے میں تعلیم و تعلم اور اصلاح احوال سے متعلق معاشرتی جدوجہد پر مبنی بھی رہی ہیں، مگر یہاں ان کے ذکر کا مقام نہیں ہے، اس لیے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے(۴)۔ یہ امر واضح ہے کہ ان کی خدمات میں یہ امر غالب رہا ہے کہ ان کے ہر فرد کی مخطوطات سے والہانہ محبت اور بے پناہ شغف تھا۔ انہیں سینے سے لگائے رکھنے کا یہ عالم تھا کہ نوادرات مخطوطات کا جہاں اور جس جگہ پتہ چلتا یہ حضرات وہاں پہنچ جاتے، منت و سماجت سے وہ گوہر مقصود حاصل کرنے کی سعی کرتے۔ اگر حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوتی تو خریدنے کے لیے اچھی خاصی رقم کی پیش کش کرتے اور اگر یہ حربے ناکام ہو جاتے تو اس صورت میں وہاں بیٹھ کر دن رات اس نسخے کی نقل خود تیار کرتے یا کسی سے تیار کرواتے تھے۔ یہ حضرات مخطوطات کی خریداری میں آخری حد تک فیاضانہ شان کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ خطی کتب سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ اگر کوئی صاحب ایسے نسخے ہدیۂ پیش کرتے تو بے حد خوش ہوتے۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ مولانا غلام جیلانی کی ساری جمع پونجی مخطوطات کی خریداری میں لگ جاتی، اور گھر میں بسا اوقات ایسا وقت بھی آتا کہ گھر میں چولہا جلانے کے لیے کچھ نہ بچتا۔ یہ محبت اور عادت یقیناً ان کے آباء و اجداد سے ان تک منتقل ہوئی تھی۔

اس ذخیرے کی فہرست بنانے کے دوران میں نے دیکھا کہ بیسیوں مخطوطات اس خاندان کے مختلف افراد کے ہاتھوں سے نقل کردہ ہیں۔ ان میں ضخیم بھی ہیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے بھی۔ اگر تعداد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مولانا غلام حبیب نے سب سے زیادہ۔ مولانا غلام جیلانی نے ان سے کم، اور مولانا غلام مصطفیٰ نے سب سے کم کتابیں نقل کی ہیں۔ اس ذخیرے کے فارسی مخطوطات کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے (جن کو میں نہیں دیکھ سکا) تو مجھے اُمید ہے مولانا محمد معظم کے ہاتھوں سے نقل شدہ نسخے بھی مل جائیں گے کیونکہ ان کے عرصۂ حیات (اندازاً ۱۶۵۰ء-۱۷۳۷ء) کے وقت فارسی زبان یہاں پر نہ صرف سرکاری زبان تھی بلکہ تصنیف و تالیف کی زبان بھی تھی۔

ان حضرات نے جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے، دیگر علماء سے مخطوطات نقل کروانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ چنانچہ کئی نسخوں پر ''استکتبه فلان'' کی تحریریں موجود ہیں جن میں مولانا غلام جیلانی، مولانا غلام حبیب اور مولانا غلام مصطفیٰ کے اسماءِ گرامی متعدد بار نظر آتے ہیں۔ یہ کتابیں ان حضرات نے علماء سے یقیناً کافی اُجرت دے کر نقل کروائی ہوں گی۔ حج کے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ممالک عربیہ یا جن راستوں سے گزر ہوا وہاں سے نسخے خرید لائے بلکہ ان جگہوں سے نادر

نسخوں کی نقول حاصل کرنے کی سعی کرتے رہے۔ ۱۸۷۱ء میں مولانا غلام جیلانی نے سفر حج کیا۔ اس سفر کے احوال انہوں نے ایک مختصر رسالے میں مدون کیے ہیں۔ اس رسالے میں بھی درج ہے کہ فلاں کتاب فلاں شخص سے میں نے خریدی، یا فلاں شخص نے ہدیۃً دی۔ اسی طرح چند مخطوطات کے بارے میں بھی اس قسم کی یادداشتیں دیکھی گئی ہیں(۵)۔

کئی مخطوطات کے صفحۂ عنوان پر یا آخر میں ''طالعہ غلام جیلانی'' یا ''طالعہ غلام حبیب'' لکھا نظر آیا۔ یقیناً اس طرح ان مخطوطات کا مطالعہ ان کے آباء و اجداد نے بھی کیا ہوگا، مگر یہ تحریر انہی دونوں حضرات کی قلم سے نظر آتی ہے۔ ایسے مخطوطات کسی خاص فن یا مضمون سے متعلق نہیں ہیں بلکہ ہر فن سے متعلق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہر فن کے مخطوطات جمع کرنے اور مطالعہ کرنے کا شوق تھا۔

اس علمی خانوادے کے ہاں مختلف فنون کا یہ بہترین اور بیش قیمت ذخیرہ بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لوگ اس کی بے حد قدر کرتے اور دور و نزدیک کے شائقین اسے دیکھنے آتے تھے۔ مولانا غلام جیلانی قدرشناس کے علاوہ دیگر حضرات کو یہ ذخیرہ دکھانے میں ہچکچاتے تھے، مگر طلب صادق اور صحیح علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے شاداں و فرحاں ہوتے۔

اس ذخیرے کی بہتر نگہداشت میں مقدور بھر ہمت صرف کرتے۔ پشاور کے مشہور صحاف سعداللہ کی بنی ہوئی عمدہ جلدیں اس مجموعے کے مالک کی گہری توجہ کی غماز ہیں۔ مخطوطات کی جلدوں کا اہتمام بہت دھیان سے کیا جاتا تھا۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ مولانا غلام جیلانی کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ ان کی وفات کے بعد اس کتب خانے کی مناسب دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ رہا۔ اگرچہ مرحوم کی بیگم اور بیٹیاں اس قیمتی ورثے کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں مگر جو دھیان کوئی مرد اس طرف دے سکتا تھا اس سے کتب خانہ محروم ہوگیا۔ چنانچہ اسی کسمپرسی کے پیش نظر والیٔ کابل نے اس ذخیرے کو اپنے ہاں محفوظ کرنے کے لیے مولانا غلام جیلانی کے ورثا کو اس وقت ڈیڑھ لاکھ روپے کی پیش کش کی، مگر محبّ وطن ماں بیٹیاں نہ مانیں(٦)۔ وہ دراصل اس بیش قیمتی ذخیرے کو اپنے علاقے سے باہر دیکھنا نہیں چاہتی تہیں۔ مولانا کی وفات (۱۸۷۵ء) سے لے کر ۱۹۱۲ء تک یہ ذخیرہ کسمپرسی کی حالت میں بند پڑا رہا۔

--۲--

خوش بختی سمجھئے کہ انہی ابتدائی سالوں (۱۹۱۰ء) میں پشاور کے مسلمانوں نے اپنے بچوں کے لیے

ایک تعلیمی درسگاہ کی ضرورت شدت سے محسوس کی۔ چنانچہ مولانا فضل واحد حاجی ترنگزی (متوفی ۱۹۳۶ء) کی اخلاقی امداد اور صاحبزادہ عبدالقیوم (متوفی دسمبر ۱۹۳۷ء) کی انتھک کوششوں سے نومبر ۱۹۱۳ء میں موجودہ اسلامیہ کالج کی بنیاد پڑی(۷)۔ کسی درسگاہ کو اچھے طریقے سے چلانے کی خاطر اساتذہ اور طلباء کے لیے ایک کتب خانہ لابدی امر ہے۔ چنانچہ کالج کی انتظامیہ بورڈ کی نظر مرحوم مولانا غلام جیلانی کے اس کتب خانے کی طرف گئی اور بہتر سمجھا گیا کہ بورڈ کے سیکرٹری صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب مولانا مرحوم کی بیوہ اور بیٹیوں سے درخواست کریں کہ یہ کتب خانہ مسلمانوں کے اس نوزائیدہ کالج کی نذر کر دیں۔ مسلمانوں سے محبت اور اپنے ورثے کی اپنے ہی گھر میں محفوظ ہو جانے کے خیال سے مولانا مرحوم کے پس ماندگان مان گئے اور بالآخر یہ قیمتی ذخیرہ جو زیادہ تر مخطوطات اور کچھ مطبوعات پر مشتمل تھا، مسلمانوں کے استفادے کے لیے وقف کر دیا گیا اور یوں یہ کتب خانہ ۱۹۱۴ء کے ابتداء یا وسط میں آسیا محلّہ سے اسلامیہ کالج کے کتب خانے کی موجودہ عمارت میں منتقل ہوگیا۔ اس موقعہ پر کالج کے کارپردازاں اور مقامی لوگوں کے علاوہ ہندوستان بھر کے مسلمان مولانا غلام جیلانی خاندان کے اس جذبۂ ایثار و قربانی کی قدر کرتے ہوئے دل و جان سے ان کے سپاس گزار ہوئے، اور بے لوث خدمت کو طول و عرض میں سراہا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کے جملہ افراد کو کروٹ کروٹ سکون دے جنھوں نے مسلمانوں کے اس عظیم ورثہ کو نہ صرف جمع کیا، محفوظ رکھا بلکہ صحیح جگہ تک پہنچا دیا(۸)۔

اس قابل قدر کتب خانے کے اسلامیہ کالج میں منتقل ہونے سے قبل ہی قدرت کی طرف سے اس کے لیے ایک اچھے قدردان، عربی و فارسی اور اُردو زبانوں کے ماہر کتاب شناس عالم و فاضل مولانا عبدالرحیم کلاچوی (م ۱۹۵۰ء) کا چناؤ اسلامیہ کالج میں تدریس کے لیے ہو چکا تھا۔ ابتدائی جماعتوں کی تدریس کے لیے صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب انہیں بطور خاص کلاچی (ڈیرہ اسماعیل خان) سے لائے تھے۔ مولانا موصوف کی اوّلین اور زیادہ توجہ اسی ذخیرے کی طرف تھی۔ ابتداء میں کلاسوں کی تدریس سے جو وقت بچتا وہ کتب خانے ہی میں صرف کرتے۔ بعد میں اس امر کو مناسب سمجھتے ہوئے انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ مولانا ہمہ وقت کتب خانے کو دیں۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء سے مولانا صرف کتب خانے کی بہتر، دیکھ بھال اور انتظام پر مامور کر دیے گئے۔

انہوں نے ذخیرے کے افادۂ عام کے لیے اس کی تفصیلی فہرست کو لازمی سمجھا اور اس کی تیاری شروع کر دی۔ پشاور میں فہرست سازی کے لیے بنیادی مصادر کی قلت کے باوجود مولانا عبدالرحیم نے اس کام کو جس حسن و خوبی اور جانفشانی سے سرانجام دیا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔ وہ اس ذخیرے

کے جواہر پاروں کی قدر و منزلت سمجھتے تھے، اس کی ندرت اور نایابی سے خوب واقف ہو چکے تھے چنانچہ وہ نادرالوجود مجموعے کو عامۃ الناس اور خواص کو بہت جلد متعارف کرانے کی تمنا رکھتے تھے۔ لہذا مفصل فہرست سے قبل بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی انہوں نے ایک مختصر سی فہرست ''مکتبۂ شرقیہ دارالعلوم اسلامیہ پشاور کے علمی جواہر پاروں کی جلوہ ریزی'' کے عنوان سے پشاور ہی سے اپریل ۱۹۱۶ء کو تیرہ صفحات پر مشتمل ایک تعارف نامہ کی صورت میں شائع کر دی(۹)۔ اس میں بہت اختصار کے ساتھ کتب خانے کا تعارف اور آخر میں ۳۶ نادر مخطوطات کے بارے میں مختصراً بتایا گیا۔ اس کی اشاعت کے ساتھ مخطوطات کے محبین اور دیگر قدردانوں کو معلوم ہوا کہ یہاں کس قدر بیش قیمت اور نادرالوجود خطی کتب ہیں۔ یوں عوام و خواص کی توجہ اس طرف بڑھی اور مفصل فہرست کی ضرورت کا مطالبہ زور پکڑتا گیا۔ چنانچہ اس مختصر فہرست سے تقریباً دو سال بعد مولانا عبدالرحیم نے مفصل فہرست تیار کر کے آگرہ سے طباعت کے لیے مسودہ روانہ کر دیا، جس کا عنوان ''**لباب المعارف العلمیة فی مکتبة دارالعلوم الاسلامیة**'' تھا، مگر اس کی طباعت تقریباً ۱۹۲۰ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس مفصل فہرست میں مولانا عبدالرحیم صاحب نے مولانا غلام جیلانی مرحوم کے ذخیرے میں موجود مخطوطات اور مطبوعات دونوں کو شامل کر لیا۔ پتہ نہیں مولانا مرحوم نے مطبوعات کو کس وجہ سے اس فہرست میں رکھا۔ غالبًا اس علاقے میں ان مطبوعہ کتب کی ندرت کی وجہ تھی یا کمیابی کی بناء پر عامۃ الناس کو ان سے متعارف کرانا مقصود تھا یا یہ کہ یہ جملہ خطی اور مطبوعہ کتب اسی انداز سے مولانا غلام جیلانی خاندان نے ترتیب دے رکھی تھیں۔

یہ فہرست عربی، فارسی، اُردو اور بہت کم انگریزی زبانوں میں مطبوعہ اور خطی کتب کی مختصر فہرست ہے جس کے پہلے حصے میں ۲۰۲۸ نمبر تک کتابوں کا اندراج ہے۔ اس حصہ کے آخر میں کچھ ضمیمے ہیں جن میں انڈیکس کتب اُردو، اَسماء مصنفین بحروف تہجی اور ضمیمہ چہارم میں وہ تصحیحات دی گئی ہیں جو اس فہرست کی طباعت کے وقت استاد مکرم علامہ عبدالعزیز المیمنی (م ۱۹۷۸ء) نے عربی مخطوطات کے ضمن میں محسوس کیں۔ علامہ المیمنی اس وقت ایڈورڈ مشن کالج پشاور میں نئے نئے عربی فارسی استاد مقرر ہوئے تھے۔ آخر میں ضمیمۂ پنجم ان مطبوعہ و خطی کتب کے فہرست ہے جو نمبر ۲۵۱۴ سے ۲۶۴۲ تک ہیں جن میں بیشتر کتب مطبوعہ ہیں۔

مولانا مرحوم کی فہرست کا دوسرا حصہ بہت بعد ۱۹۳۹ء میں چھپا، مگر اس حصہ میں بہت کم قلمی کتب ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

غلام جیلانی کلکشن کی فہرست کے چھپتے ہی اس کی شہرت دُور دُور تک جا پہنچی۔ محبان کتب اور شائقین مخطوطات انہیں دیکھنے کے لیے آنے لگے۔ حتیٰ کہ اس کی شہرت ملک سے باہر عرب اور یورپی ممالک تک پہنچی۔ کئی زائرین جن میں پاک و ہند کے ممتاز و جید علماء تو تھے ہی عرب ممالک، شمالی افریقہ، یورپ، مشرق بعید اور روس کی جملہ ریاستوں کے علماء و فضلاء کو بھی اس مجموعے نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ کئی اصحاب دانش وعلم نے کچھ جواہر پاروں کی بطور خاص توصیف وتعریف کی(۱۰)۔ چنانچہ جلد ہی کتب خانے سے استفادہ و انتفاع کے لیے قواعد و ضوابط کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہ قواعد ۱۹۲۷ء کے آخر میں منضبط کر کے ۱۹۲۸ء کے ابتداء میں شائع کر دیے گئے(۱۱)۔

مذکورہ بالا فہرست سے کافی حضرات نے استفادہ کیا۔ کارل بروکلمان جرمن سکالر نے اپنی معروف کتاب تاریخ ادب عربی کی ترتیب میں اس فہرست سے کام لیا، مگر یہ خیال رہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک اس ذخیرۂ مخطوطات میں کئی مخطوطات کا اضافہ ہو چکا ہے۔ مقامی اور باہر کے کئی حضرات نے اس ذخیرے میں موجود نادر مخطوطات کی طرف خصوصی توجہ کی اور انہیں ایڈٹ کر کے افادۂ عام کے لیے دنیا کے سامنے پیش کیا(۱۲)۔

لباب المعارف العلمیہ کی اشاعت کے ساتھ ہی اس میں نقائص، خامیوں اور غلطیوں کا احساس اہل علم اور خاص طور پر اس فہرست کے مؤلف مولانا عبدالرحیم کو ہوا۔ وہ اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ اس مطبوعہ فہرست کی درستگی میں بھی مشغول رہے۔ علاوہ بریں اس امر کی خواہش اور ضرورت کا وقتاً فوقتاً اظہار ہوا کہ اس مجموعے کی فہرست ایک علمی انداز سے مخطوطات کی فہرست سازی کے جدید اصول و قواعد کے مطابق تیار ہونی چاہیے تاکہ محبین مخطوطات، ملک سے اندر اور باہر جہاں کہیں ہیں مستفید ہوسکیں(۱۳)۔ انہی ضرورتوں کے پیش نظر اس مجموعے کی مفصل فہرست اب عربی زبان میں ریاض سے مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ میں چھپ چکی ہے۔ اس ناچیز نے تیار کی ہے، جو زیر طبع ہے۔

--۳--

آپ نے دیکھا کہ اس فہرست کی تیاری میں سب سے بڑا حصہ مولانا عبدالرحیم (متوفی ۱۹۵۰ء) کا ہے، جنہوں نے اس ذخیرے کی فہرست سازی کا آغاز کیا اور چند سالوں میں اسے تیار کر کے زیور طباعت سے آراستہ کر دیا، الفضل للمتقدم۔ طباعت کے وقت علامہ عبدالعزیز المیمنی جو پشاور میں موجود تھے انہوں نے اس پر نظرثانی کرتے ہوئے درست طلب مقامات کی نشاندہی کی اور جو تکمیل طلب امور تھے انہیں مکمل کیا۔ ان حضرات کے علاوہ اس ذخیرے کو ایک اور عربی و فارسی دان

علامہ عبدالقدوس قاسمی (متوفی ۱۹۸۸ء)(۱۴) بھی میسر آئے، جنہوں نے کئی مخطوطات کی ابتداء اور انتہاء کا تعین اس صورت میں کیا کہ نسخے کے شروع اور آخر میں اس کا عنوان اور نمبر لکھ دیا۔ اس امر کی تعیین کوئی معمولی کام نہیں ہے، اس میدان میں بڑے بڑے علماء ٹھوکریں کھا جاتے ہیں اور بعد میں اضافہ کردہ اوراق کو بھی مخطوطات کا حصہ شمار کرنے لگتے ہیں۔ لہذا جناب قاسمی صاحب کا یہ کام بے حد قابل ستائش ہے۔ جس عرصے (۲۰ مئی ۱۹۹۸ء تا ۲۰ فروری ۱۹۹۹ء) میں مجھے اس ذخیرے کو دیکھنے کا موقعہ میسر آیا ہے، میں نے بھی مقدور بھر کئی مجہول الاسم مخطوطات کے عنادین اور کئی مخطوطات کے مولفین و شارحین کا تعین کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ علاوہ بریں کچھ عربی مخطوطات کے عناوین اور ان کے مولفین کے اسماء کی تصحیح کا کام بھی کیا ہے۔ کچھ مطبوعہ کتب کے ہمراہ مخطوطات مجلد تھے، ان کا ذکر علامہ عبدالرحیم سے رہ گیا تھا، ان کی تفصیل میں نے دی ہے۔ اس کے علاوہ کافی مخطوطات مجموعات کی صورت میں تھے، ان کا ذکر مولانا مرحوم نے صرف پہلے خطی نسخے کے عنوان سے کر دیا تھا جبکہ میں نے اس مجموعے میں موجود جملہ مخطوطات کی تفصیل دینے کی سعی کی ہے۔ اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام مکمل نہیں ہے۔ اس میدان کے متخصصین حضرات سے توقع کی جاتی ہے کہ اس فہرست کی خامیاں دور کرنے میں وہ بھی اپنا کردار ادا کرتے ہوئے ہماری مدد فرمائیں گے(۱۵)۔

--۴--

ذخیرۂ غلام جیلانی میں علماء سلف کی تالیفات، پاک و ہند کے علماء کی کتب اور مقامی فضلاء کی کاوشوں کا ایک اچھا مجموعہ ہے۔ یہ ذخیرہ اپنی ندرت، بیش قیمت مخطوطات اور کچھ منحصر بالذات نسخوں کی بدولت دنیا کے ایسے ہی ذخائر میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جن کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے مجموعہ ہائے کتب و مخطوطات ایک دن میں وجود میں نہیں آتے اور نہ ہی ایک دو شخصیات کی پیداوار ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک جہد مسلسل کا ثمرہ ہوتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ذخیرے کے بنانے میں، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس خاندان کے سبھی حضرات نے بے مثل خدمات سرانجام دی ہیں، اور پتہ نہیں کہاں کہاں سے کس طرح یہ موتی اکٹھے کیے ہیں۔

اگرچہ مولانا عبدالرحیم کو اس ذخیرے کو دیکھنے اور اس کے بارے میں جاننے کا وقت اور موقعہ زیادہ میسر آیا ہے، انہوں نے اپنے زمانے کے اعتبار سے اس کی ندرت کا اظہار بھی کیا ہے، مگر وہ اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا پوری طرح اندازہ نہیں کر سکے۔ مزید برآں جس نقطۂ نظر سے ہم نے

اس مجموعے کو دیکھا ہے، غالبًا وہ امور مولانا موصوف کے پیش نظر نہ تھے۔ مولانا کئی نادر نسخوں کی ندرت کا ذکر نہیں کر سکے، نیز مختصر بالذات نسخوں کی طرف ان کی نظر نہیں گئی۔ پھر بے نظیر جلدوں والے نسخے (جلد کی عمدگی کے اعتبار سے) ان کی توجہ کا مرکز نہیں بنے۔ جید علماء کے قلم سے نقل شدہ نسخے وہ زیادہ تشخیص نہیں دے سکے۔ مولانا نے کئی نسخوں کے عنوانات، مصنفین و شارحین کے اسماء وغیرہ سے بے حد اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں، جن سے اصلی عناوین اور اسماء سے کچھ اجنبیت سی پیدا ہو گئی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ یہ کوئی نقص نہیں تھا، بلکہ مولانا موصوف نے اپنے ماحول اور ضرورتوں کے پیش نظر یا اس وقت جس انداز سے فہارس تیار ہوتی تھیں ان کے مطابق کام کیا ہے۔ مگر یہ فہرست اب نئے تقاضوں کی طالب ہے، چنانچہ ان مذکوہ بالا سب اوصاف کو اجاگر کرنا اور انہیں نئے انداز میں لانا ہمارا فرض اور اس ذخیرے کا حق بنتا ہے۔ ہم نے اپنی پوری کوشش سے ان امور کی انجام دہی میں ہمت صرف کی ہے۔

ذیل میں ہم اس ذخیرے کے کچھ اہم، نادر اور بیش قیمت مخطوطات کا اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں تا کہ ایک طائرانہ نظر میں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ میرے خیال میں اس مجموعے کا قدیم ترین مخطوطہ نمبر ۱۶۲۱ پر موجود ہے، جو ہاتھ سے بنے ہوئے قدیم کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ کتاب الاقناع، تالیف سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن (متوفی ۴۹۵ھ/۱۱۰۲ء) کا یہ نسخہ اس کتاب کا صرف المقالۃ الرابعۃ ہے، جو مصنف کی زندگی ہی میں (۴۸۱ھ/۱۰۸۸ء) میں نقل کیا گیا ہے۔ غالبًا کاغذ پر پاکستان میں یہ سب سے قدیم تحریر ہے۔

۲۔ اس مجموعے میں تیس سے زیادہ مخطوطات ایسے ہیں جو اس سے قبل کسی نہ کسی بادشاہ، وزیر یا اعیان حکومت میں سے کسی کے کتب خانے کی زینت رہے ہیں۔ ان میں ظہیر الدین بابر (۱۴۸۲ء-۱۵۳۰ء)، سلطان مراد بن سلیم خان (۱۵۷۴ء)، جلال الدین محمد اکبر (۱۵۴۲ء/۱۶۰۵ء)، عبدالرحیم خانخاناں (۱۵۵۶ء-۱۶۲۷ء)، اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۱۸ء-۱۷۰۷ء)، سلطان محمد الصفوی (قریباً ۱۷۱۹ء)، شاہ عالم محمد شاہ (قریباً ۱۷۸۸ء) اور تیمور شاہ (۱۷۵۷ء-۱۷۷۳ء) کے کتب خانوں کے نشانات یا تحریریں ان کتابوں پر دکھائی دیتی ہیں۔ ان میں سے درج ذیل نمبروں پر موجود مخطوطات پر واضح طور پر شاہی کتب خانوں کی مہریں یا نشانات نظر آتے ہیں:

۳۳، ۳۷، ۳۸، ۵۲، ۸۸ (ب)، ۹۸، ۱۶۵ (ب)، ۱۹۱، ۲۰۶، ۲۴۴، ۲۸۲، ۳۳۸، ۳۷۴، ۵۱۸، ۵۲۹، ۶۰۶، ۶۲۴، ۸۱۳، ۹۷۲، ۱۰۵۴، ۱۱۵۸، ۱۱۷۶، ۱۲۶۱، ۱۲۸۰، ۱۳۰۰ (الف)،

۱۴۰۲/۴، ۱۴۳۶، ۱۵۵۴(ب)، ۱۶۲۶، ۱۷۵۲۔

کئی مخطوطات پر مہریں مٹا دی گئی ہیں، اس لیے غالب گمان ہے کہ مزید مخطوطات بھی اس زمرے میں آئیں گے جن پر مہریں واضح نہیں ہیں۔

۳۔ یہ ذخیرہ عمدہ کتابت والے نسخے بھی رکھتا ہے، جن کے وجود سے اس عہد کے خطاطوں کے نمونے محفوظ ہو گئے ہیں۔ ایسے نسخے کئی ہیں، مگر درج ذیل نمبروں پر موجود خطی کتب قابل دید ہیں: ۱۹۱، ۱۹۱(ب)، ۲۰۲، ۲۸۰(د)، ۱۹۳۱(ب)

۴۔ مسلم کاتبین کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے کتاب کے ابتدائی اور بعض اوقات درمیان میں بھی کئی صفحات پر بے حد خوبصورت انداز سے اور بے نظیر رنگوں کی مدد سے سرلوحہ بنائے ہیں۔ تزئین کا یہ انداز اگرچہ قرآن کریم سے شروع ہوا مگر آہستہ آہستہ دیگر فنون کی کتب تک بھی پہنچ گیا۔ بہت عمدہ آرائش کے حامل کئی نسخے اس ذخیرے میں بھی موجود ہیں، مگر درج ذیل نمبروں پر موجود مخطوطات کے سرلوحہ جات سے آنکھوں کو زیادہ طراوت ملتی ہے:
۳۳، ۳۸، ۴۸، ۸۴، ۱۹۱، ۲۱۲، ۲۲۳، ۶۰۰، ۶۰۰، ۱۵۷۲، ۱۶۰۹ (الف)۔

۵۔ کتاب سے محبت، اس کی کتابت، خوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت کے طور پر اسے دیرپا اور دیدہ زیب جلد بنانے میں بھی مسلمانوں کو کمال حاصل رہا ہے، اور ہے۔ کتابوں کی بعض جلدیں بناوٹ کے اعتبار سے اپنے بنائے جانے والے علاقوں سے منسوب ہیں بلکہ متأخرین نے اور موجودہ ماہرین نے تو انہیں انداز اور طریق کار کی بناء پر چند مکاتب تجلید میں تقسیم بھی کر رکھا ہے۔ انہی انداز ہائے کار کے نمونے اس ذخیرہ میں ان نمبروں پر موجود مخطوطات میں دیکھے جا سکتے ہیں:
۲۶(ب)، ۲۲۳، ۴۴۱، ۵۴۴، ۵۴۸، ۶۰۲/۱، ۶۲۶، ۱۹۳۱(ب)۔

--۵--

کتاب، اس کی بناوٹ اور اس میں موجود مواد اور لکھنے والے کی قدر و منزلت کے اعتبار سے ندرت اور اہمیت کا مقام حاصل ہوتا ہے، مگر وہ نسخے جو مصنف کے اپنے ہی ہاتھوں کے لکھے ہوئے ہوں ان کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ ایسے مخطوطات کا حصول کوئی آسان کام نہیں۔ پتہ نہیں کس

طرح غلام جیلانی خاندان نے درج ذیل ایسے نسخے کہاں سے حاصل کر لیے:

- **المنهل البدیع فی مدح الملیح الشفیع**، تالیف شعبان بن محمد الآثاری (متوفی ۱۴۲۵ء)، نمبر ۱۱۴۳۔
- **شرح مشکوٰۃ المصابیح**، تالیف الحسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی (متوفی ۱۳۴۲ء)، نمبر ۳۲۷۔
- **حاشیة علی شرح مختصر ابن حاجب للعضدی**، محشی الشیخ عبدالحق بن سیف الدین المحدث الدہلوی (متوفی ۱۶۴۲ء)، نمبر ۶۴۸ [یہ نسخہ حاشیہ نگار کے بیٹے نے اپنے والد سے پڑھا ہے]۔
- **رسالة کلمة التوحید**، تالیف اسماعیل بن محمد جان (متوفی ۱۸۲۴ء)، نمبر ۸۲۶۔
- **شرح أبیات شرح الزنجانی**، شارح شیر محمد بن شیخ محمد بن محمد شریف بن کمال الدین الفاروقی القرشی، نمبر ۲/۱۲۶۱ (ب، ج)۔
- **البرهان المسلم بحرمة النداء باسمه الأعظم**، تالیف مولانا غلام جیلانی (متوفی ۱۸۷۵ء)، نمبر ۷۵۷۔
- **لباب الأخبار**، تالیف صدر الدین بن محمد نعیم بن محمد عظیم البشاوری البنجابی، نمبر ۱/۱۹۴۵۔
- **میزان اللسان**، تالیف مولانا عبدالرحیم، نمبر ۲۵۳۵۔

۲۔ ان کے علاوہ ایسے نسخے بھی اس مجموعے میں موجود ہیں جن کا دوسرا نسخہ اس دنیا میں کہیں نہیں ہے، ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

- **عدة المسافر وعدة الحاج والزائر**، تالیف عبداللہ بن أحمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد المقدادی الحضرمي (متوفی ۱۸۵۰ء)، نمبر ۶۰۸۔ یہ نسخہ سن ۱۸۲۴ء یعنی حیات مولف میں نقل ہوا ہے۔ گمان یہ ہے کہ مولف کے ہاتھ سے ہے۔
- **الصلاة الطاهرة**، تالیف نعمة اللہ بن طاہر بن محمود بن طاہر النہروانی نمبر ۶۹۰۔ (بروکلمان، ذیل ۲/۱۰۱۰)۔
- **عجائب الأشعار و غرائب الأخبار**، تالیف مسلم بن محمود بن نعمة بن رسلان أبوالغنائم الشیزری (متوفی ۱۲۲۹ء)، نمبر ۱۱۰۰۔
- **مفاتیح الرحمة و أسرار الحکمة**، تالیف موید الدین الحسنین بن علی بن محمد الطغرائی (متوفی ۱۱۲۱ء)، نمبر ۱/۱۶۳۲۔

۳۔ اس مجموعے کی ندرت یوں بھی ہے کہ اس میں کئی مخطوطات بڑے بڑے علماء کی قلم سے نقل ہوئے ہیں۔ ان سب کے أسماء یہاں دینے کی جگہ نہیں ہے، تاہم درج ذیل سے صرف نظر ممکن

نہیں ہے جو اس مجموعے کی قدر و قیمت میں بے حد اضافے کا باعث ہیں۔

- أبو سعید شعبان بن محمد القرشی نمبر ۱۱۴۳
- ابن محمد الحسنی التونی نمبر ۱۲۹۶
- أحمد بن محمد بن عمران المقدسی نمبر ۴۸۱
- أحمد بن علی العطیوی الشعراوی نمبر ۸۹۱
- أحمد بن محمد بن نبہان نمبر ۱۶۲۱
- الایہاب بن محمد بن محمد بن الشیخ محمد العولتی المعری نمبر ۱۳۰۱
- جمیل بن جلال بن جمیل الدین الاخسیکثی نمبر ۶۷۲
- حاشوک الکرکی الشافعی، علی بن احمد بن علی بن أبی بکر بن حاشوک نمبر ۷۴۵
- الحانوتی الحنفی، محمد بن عمر، صاحب الفتاوی الحانوتیۃ نمبر ۳۱۲
- حسین بن خواجہ سیف الدین بن خواجہ نظام نمبر ۷۲۲
- سلیمان بن محمد الأمین الصرانی نمبر ۵۳ (الف)
- شیر محمد بن شیخ محمد بن محمد شریف بن کمال الدین القرشی الفاروقی نمبر ۲/۱۲۶۱ (ب وج)
- صدر الدین بن محمد نعیم بن محمد عظیم البشاوری البنجابی نمبر ۱/۱۹۴۵
- الطیبی، حسین بن عبداللہ بن محمد نمبر ۳۲۷
- عبدالجلیل بن عبداللہ الدمیری نمبر ۲/۶۲۴
- عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی الشیخ المحدث نمبر ۶۴۸
- عبدالرحمٰن الأشمونی نمبر ۱۸۱
- عبدالعزیز بن یوسف بن عبدالغفار بن عبدالوہاب بن محمد بن عبدالصمد السنباطی، المعروف بالمنہجی نمبر ۲۲۳
- علی بن محمد الجبرتی، الفقیہ نمبر ۴۸۷
- علامہ غلام جیلانی، صاحب الخزانۃ ۱۴ مخطوطات سے زیادہ
- علامہ غلام حبیب، والد صاحب الخزانۃ ۱۷ مخطوطات سے زیادہ
- علامہ غلام مصطفیٰ، جد صاحب الخزانۃ ۶ مخطوطات سے زیادہ
- لطف اللہ المہندس بن الأستاذ أحمد المعمار اللاہوری نمبر ۱۰۹۳
- محمد بن أبی بکر بن محمد بن الآبق الشافعی نمبر ۶۱۳

- محمد جان ملا بن محمد غوث ملا بن محمد سلیم پشاوری — نمبر ۲۴۰، ۷۸۷ (الف)
- محمد بن حسن بن علی محمود ملک الجہرمی الایجی — نمبر ۸۱۳
- محمد بن زین الدین بن علی البرکی السامی — نمبر ۸۷۷/ج (۱)
- محمد بن عبداللہ بن محمد البسیونی الشافعی — نمبر ۶۵۰
- محمد بن علی الإمام الھُدی — ۷ مخطوطات کے قریب
- محمد بن علی بن حسین بن نعمۃ بن...... بن خاتون — نمبر ۵۴۵
- محمد مبارک الغیاثی الھروی — نمبر ۹۴۸/۲، ۳
- محمود بن مسعود بن محمود المتطبب — نمبر ۱۶۸۳
- مصطفٰی بن اَحمد بن حجازی المقریٔ الحنفی — نمبر ۱۸۴
- موسی بن محمود بن یعقوب بن بیرم شاہ بن حاجی محمد ترخانی منقشلاقی، نمبر ۲/۲۸۷
- نورمحمد بن الشیخ جیون — نمبر ۴۹۷
- وحید الدین بن الحافظ محمد غوث القادری — نمبر ۴۸۳
- یوسف بن عبدالواحد الحسینی — نمبر ۱ (الف)
- یونس بن مکی بن یونس الحافظ — نمبر ۱۰۸۲

اس بے حد قیمتی ذخیرے کی تعریف جتنی کی جائے کم ہے۔ اسی طرح اس کی حفاظت اور اس سے استفادے کی صورت بھی بہتر ہونی چاہیے۔ میں نے اس بیش بہا ذخیرے کے عربی حصہ کی مختصر مگر بہت ضروری اجزاء پر مشتمل فہرست عربی زبان میں مرتب کی ہے، جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔

اس جیسے کئی اہم مجموعہ ہائے کتب پاکستان اور ہندوستان میں موجود ہیں، جن میں مسلمانوں کے بیش قیمت مخطوطات پڑے ہیں مگر ان کے بارے میں چند حضرات کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے قیمتی جواہر پاروں کی فہارس مرتب کی جائیں اور انہیں گوشۂ گمنامی سے نکالا جائے تاکہ اُن سے کماحقہ استفادہ ہو سکے۔

مراجع و حواشی

۱۔ غلام جیلانی بن غلام حبیب بن غلام مصطفیٰ بن محمد معظم بن محمد علی۔ یہاں تک ان کا شجرۂ نسب ہم نے معلوم کیا ہے۔ اس سے قبل یہ شجرۂ نسب شاید ہی کسی کو معلوم ہو۔ کیونکہ عام طور پر لوگ صرف غلام جیلانی بن غلام حبیب تک ہی جانتے ہیں۔ اس سے آگے کسی نے ذکر نہیں کیا۔ اس کتب خانے کے عربی مخطوطات کی فہرست سازی کے دوران میں نے ایک کتاب: ترکیب مائۃ عامل (نمبر ۱۲۶۵/۲/۳)، جو غلام مصطفیٰ بن محمد معظم بن محمد علی کی نقل کردہ ہے، اس کے شروع میں لکھا پایا: غلام مصطفیٰ جد امجد غلام جیلانی۔ علاوہ بریں نمبر ۵۵۳، ۱۳۴۴ اور ۱۳۴۸ پر موجود خطی کتابوں میں بھی، جو غلام مصطفیٰ کے ہاتھ کی تحریر ہیں، یہی نسب نامہ درج ہے۔

اس ذخیرے میں ان تینوں حضرات یعنی غلام جیلانی، غلام حبیب اور غلام مصطفیٰ کے نقل کردہ مخطوطات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اس ذخیرے کو بنانے میں ان حضرات کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ علاوہ بریں یہ اس خاندان کے سلسلۂ نسب کی شہادت بھی ہے۔

۲۔ صرف میر (فارسی) نمبر ۱۳۳۹/۳، غلام مصطفیٰ نے ۱۶۹۹ء میں اپنے ہاتھوں سے اپنے پڑھنے کے لیے نقل کی ہے۔

۳۔ خدا بخش لائبریری جرنل نمبر۶ میں خدا بخش کا اپنا انگریزی مضمون Islamic Libraries ص ۱۴ ملاحظہ ہو، جس میں انہوں نے خدا بخش لائبریری میں مخطوطات جمع کرنے کے سلسلے میں اپنے خاندان کی خدمات بیان کی ہیں۔

۴۔ اس خاندان کے جملہ افراد نے بڑے بڑے علماء سے اکتساب علم کیا ہے۔ آخری فاضل غلام جیلانی، حبیب اللہ قندھاری کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا عبدالرحیم افغانی سے بھی انہوں نے کسب فیض کیا اور ذہنی تربیت حاصل کی۔ ان کے دل میں انگریزوں سے نفرت انہی مولانا کی طرف سے آئی تھی، جنہوں نے ۱۸۵۷ء والی جنگ آزادی میں خود حصہ لیا تھا (دیکھئے شخصیات سرحد، ۱۷۵-۱۷۶)۔ ان علماء نے درس و تدریس کے ذریعے طلباء کی خدمت کا بیڑا اٹھایا، چنانچہ اس خاندان کے تلامذہ کا سلسلہ وسط ایشیا تک پھیلا ہوا تھا۔

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس علمی خاندان کے جملہ افراد میں سے صرف آخری دو حضرات کے نام تذکرہ نگار بتاتے ہیں جبکہ کچھ احوال صرف آخری عالم غلام جیلانی کے بتائے جاتے ہیں مگر باقی سب حضرات کے بارے میں تذکرہ نگار بالکل خاموش ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان افراد کے سنین پیدائش اور وفات کا ہمیں علم نہ ہو سکا۔ تاہم ہم نے اس مجموعے میں موجود خطی کتب پر ان کی اپنی تحریرات سے استخراج کیا ہے جو بالکل حتمی تو نہیں ہے تاہم بہت حد تک قریب ترین ہے۔ اب بھی گنجائش ہے کہ کوئی صاحب اس ذخیرے کے مخطوطات، خاص طور پر فارسی مخطوطات کو پوری دقت نظر سے ملاحظہ کرے تو ان حضرات کے عرصۂ حیات کا پوری طرح علم ہو سکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس خاندان کے افراد کافی طویل العمر واقع ہوئے ہیں۔ ہم نے ذیل میں کچھ مخطوطات میں موجود تحریرات سے اندازہ لگایا ہے جو پیش خدمت ہے:

☆ غلام جیلانی ۱۷۸۴ء-۱۸۷۵ء

نسخہ نمبر ۱۲۷۹ پر ۱۸۰۸ء کی مہر پائی گئی جس میں تحریر ہے "عجب شد شاہ غلام جیلانی"۔ پھر نسخہ نمبر ۶۳۲ پر جو ۱۲۹۲ھ میں نقل ہوا ہے اس پر لکھا ہے: استکتبہ مولانا غلام جیلانی۔

☆ غلام حبیب ۱۷۴۷ء-۱۸۴۷ء

انہوں نے نسخہ نمبر ۱۲۸۸ ۲/ ۱۷۶۴ء میں خریدا اور نسخہ نمبر ۱۶۶۱ اپنے ہاتھ سے لکھا جو نامکمل رہا اور غالباً اسی سال ۱۲۶۳ھ میں ایک دوسرے ہاتھ سے اس کی تکمیل ہوئی۔

☆ غلام مصطفیٰ ۱۶۸۴ء-۱۷۹۱ء

انہوں نے اپنے ہاتھ سے فارسی نسخہ نمبر ۳/۱۳۳۹، ۱۶۹۹ء میں لکھا۔ پھر ۱۲۰۵ھ میں نسخہ نمبر ۵۵۳ کا ایک دوسرے نسخے سے مقابلہ کیا۔

☆ محمد معظم ۱۶۵۰ء-۱۷۳۷ء = اندازاً

☆ محمد علی ۱۶۰۷ء-۱۶۹۴ء = اندازاً

اس خاندان میں صرف مولانا غلام جیلانی کے حالات ملتے ہیں، جو ان دو تذکروں میں موجود ہیں:

- شخصیات سرحد، از محمد شفیع صابر، پشاور، یونیورسٹی بکڈپو، ت-ن، ص ۱۷۵-۱۷۶
- تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، از مد امیر شاہ گیلانی ۱۹۶۴ء، ۱۹۷۲ء، ص ۱۱۳-۱۲۱

۵۔ اس ضمن میں مولانا مرحوم کے سفرنامے میں یادداشتیں موجود ہیں، جو اس کتب خانے میں نمبر ۵۵۹ پر موجود ہے۔

۶۔ لباب المعارف العلمیۃ فی مکتبہ دارالعلوم الإسلامیۃ، ص ۳

۷۔ Islamia College and Collegiate School, Peshawer: Golden Jubilee, 1913-1963. Peshawar: Ferozsons Limited, 1963, p.12

۸۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ اس خاندان کی ان بےنظیر خدمات کے اعتراف میں بلکہ اس احسان کے بدلے میں اس ذخیرے کا عنوان اصل خدمت گزار کے نام پر رکھا جائے۔ کارپردازان اسلامیہ کالج پشاور سے میری درخواست ہے کہ کالج کی لائبریری میں کم از کم اس مجموعۂ مخطوطات کا نام اُردو میں ''ذخیرۂ غلام جیلانی'' اور انگریزی میں Ghulam Jilani Collection رکھیں۔ مخطوطات کی نئی جلدیں بنوائی جائیں، ان کی از سر نو گنتی کی جائے۔ اس طرح یقیناً مخطوطات کی صحیح تعداد کا پتہ چلے گا، جو بلاشبہ مولانا عبدالرحیم کی تیار کردہ فہرست سے زیادہ ہے۔

۹۔ مطبوعہ شام لال اینڈ سنز پرنٹرز پشاور (اینڈ پنجاب فرنٹیر پریس) کی طرف سے ۱۰/اپریل ۱۹۱۶ء کو ٹائپ صورت میں ۱۳ صفحات علاوہ کور چھپے۔

۱۰۔ ان زائرین کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سب سے پہلے پاک و ہند کی معروف علمی ہستی حکیم محمد اجمل ہیں۔ ان میں منوہر لال پرنسپل گورڈن کالج راولپنڈی، اے سی ولنر (A.C.Woolner) پنجاب یونیورسٹی لاہور، ای پی ہارڈی (E.P.Hardy) یونیورسٹی آف ڈرہم (Durham)، جناب عبدالمعید ناظم مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، حضرت قائداعظم محمد علی جناح، محمد رضا شاہ پہلوی، احمد زکی مدیر مجلس فواد اول الأعلی للبحوث بالقاھرۃ، عبدالوہاب عزام، عمر بہاء الدین الأمیری، ڈاکٹر محمد سویسی (تونس)، کے علاوہ کئی مقتدر علمی و سیاسی ہستیاں اس مجموعے کو دیکھ چکی ہیں۔ ان کی مکمل لسٹ کتب خانے کی وزٹر بک میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۱۱۔ فہرست مکتبہ علوم شرقیہ، دارالعلوم اسلامیہ، پشاور صوبہ سرحد (شعبہ اُردو کتب) پشاور: اقبال پریس میں باہتمام سید اَیوب شاہ منیجر چھپی، ۱۹۲۸ء۔ ۴۸ صفحات۔ ابتداء میں کتب خانے سے استفادے کے قواعد ہیں اور بعد میں مفید اُردو کتب کی فہرست جو یہاں موجود ہے، دی گئی ہے۔

۱۲۔ (الف) درج ذیل حضرات ان کے مقابل میں لکھے ہوئے مخطوطات کو پی ایچ ڈی کے لیے ایڈٹ کر چکے ہیں:
- قاضی محمد مبارک: الکوکب الدري، تالیف عبدالرحیم الاسنوی، نمبر ۶۱۳
- جمیل الرحمٰن: العباب شرح اللباب فی علم الاعراب، تالیف الاسفرائنی، شارح نقرہ کار، نمبر ۱۲۵۳ (نصف اوّل)۔
- اَنوار الحق: ایضاً (نصف ثانی)
- نیاز محمد: کفایۃ المفرطین (شرح الشافیہ) تالیف محمد طاہر بن علی الفتنی، نمبر ۱۲۸۰۔
- ایک شامی طالب علم: عجائب الأشعار وغرائب الأخبار، تالیف الشیزری، نمبر ۱۱۵۵۔

(ب) درج ذیل حضرات نے اس کتب خانے میں موجود مخطوطات پر ایم فل کیا ہے:
- سید روحانی: شرح ملا علي القاري علی الفقہ الأکبر، للامام الأعظم، نمبر ۱۹۹۶۔
- محمد شفیق: نیل المراد فی تخمیس بانت سعاد از الأثاری، نمبر ۱۱۴۳۔

یہ لسٹ جو ابھی نامکمل ہے، مزید تلاش کی جائے تو اس میں اضافہ ممکن ہے۔

۱۳۔ یہ خیال رہے کہ جب بروکلمان (C.Brockelmann) نے اپنی معروف کتاب Geschichte der Arabischen Litteratur مرتب کی تو مولانا مرحوم کی فہست اس کے سامنے تھی۔ مگر اس مجموعۂ مخطوطات سے مکمل طور پر بروکلمان استفادہ نہ کر سکے کیونکہ اس فہرست کے بعد کئی مخطوطات اس ذخیرے میں آئے، نیز یہ کہ اس فہرست میں بیسیوں ایسے مجموعہ ہائے مخطوطات تھے، جن کے صرف پہلے نسخے کا عنوان درج تھا، جبکہ باقی کتب و رسائل بغیر درج کیے رہ گئے تھے۔ علاوہ بریں علامہ کی فہرست اُردو میں ہونے کی وجہ سے اس کا دائرہ استفادہ اتنا وسیع نہ تھا جتنا کہ یہ ذخیرہ طالب ہے یا حق رکھتا ہے۔ کئی حضرات نے زبانی اس امر کی طرف کارپردازان کالج کی توجہ دلائی کہ مخطوطات کی جدید اور وسیع پیانے پر معروف زبان میں فہرست بنائی جائے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ڈاکٹر محمد سویسی (تونس) نے ۱۹۷۳ء میں اس ذخیرے کے معائنے کے بعد بڑے شد و مد سے کتب خانے کی وزٹر بک میں لکھا:

"قد يكون من الحسن أن تنشر قائمة مخطوطاتها حتى يتمكن لأهل البحث فی البلاد العربية وغيرها من الاطلاع عليها، و إحياء ما بقی مغمورا منها" (۲۲ ستمبر ۱۹۷۳ء).

(یہ مناسب ہوگا کہ اس کتب خانے میں موجود مخطوطات کی (عربی میں) فہرست شائع کی جائے تاکہ عرب ممالک کے علماء انہیں جان سکیں اور اب تک نامعلوم مخطوطات کو زندہ کیا جا سکے)۔

۱۴۔ بہت جید عالم و فاضل تھے، مرحوم آخری ایام میں فیڈرل شریعت کورٹ (اسلام آباد) کے جج بھی رہے۔ اُن کی زندگی کے احوال کے لیے دیکھیے: شخصیات سرحد از محمد شفیع صابر، ص ۲۵۳ وما بعد و مقالہ مولانا عبدالقدوس قاسمی از عالم زیب بعنوان:

The life and works of justice Muhammad Abdul Quddus Qasmi, by Alamzeb, Peshawar: Pakistan Study Centre, University of Peshawar, 1994, pp122

۱۵۔ اس کتب خانے کے (سابقہ) لائبریرین جناب عبدالحمید صاحب نے ۱۹۹۹ء میں ایم فل کی تکمیل کے طور پر اس کتب خانے کے جملہ مخطوطات کی ایک پروفارمے کی مدد سے فہرست بنائی جس میں بقول ان کے مولانا

عبدالرحیم صاحب کی فہرست میں انہی کی تصحیحات کا اضافہ بھی کیا گیا۔ اگرچہ لائبریرین مذکور نے یہ کام محنت سے کیا، مگر اس کے باوجود یہ خدمت مولانا کی فہرست سے زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے اس لیے کہ موصوف عبدالحمید عربی و فارسی زبانوں سے ناواقف ہونے کے علاوہ اپنی فہرست کی پوری طرح درستی نہ کر سکے اور اس میں بوجہ کمپیوٹر بہت سی غلطیاں در آئیں۔